پاکستان کا سب سے بڑا المیہ۔ حقیقت پسندانہ قومی اہداف کا عدم تعین

تحریر: زاہد حسین خالد

(3 ستمبر 1999 نوائے وقت راولپنڈی/اسلام آباد ایڈیشن میں شائع ہوا)

اگر پاکستان کے تشویشناک حد تک پریشان کن مسائل کے حقیقی اسباب کا کھوج لگانے کی سنجیدہ کوشش کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس خدا داد جنت ارضی کو گزشتہ نصف صدی کے عرصے میں جن دو عظیم اجتماعی قومی گناہوں نے آہستہ آہستہ جہنم میں بدل دیا ہے ان میں سے ایک اندھی شخصیت پرستی اور دوسرا واضح قومی اہداف کا عدم تعین ہے۔

عام طور پر ملک کا اعلیٰ تعلیم یافتہ اور دانشور طبقہ ملی مسائل کی وجہ بانی پاکستان کی آزادی کے تھوڑے ہی عرصے بعد رحلت اور انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کی مسلم دشمنی کو قرار دیتا ہے مگر حقیقتاً پاکستان کے مسائل کا تعلق نہ تو پاکستان کے بانی کی وفات اور نہ ہی انگریزوں اور ہندوؤں کی مسلم دشمنی سے ہے۔ اگرچہ انہیں ثانوی وجوہات میں سے دو اہم وجوہات قرار دیا جا سکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے آغاز سے لے کر آج تک سیاسی قائدین اور عوام کی صرف دو ہی مصروفیات رہی ہیں سیاسی قائدین دور غلامی میں یا تو ہندوؤں اور انگریزوں کی سازشوں کا توڑ کرنے یا ان کے ساتھ مذاکرات میں مصروف رہے جو کہ اس وقت کی ناگزیر سیاسی ضرورت تھی اور عوام نعرے بازی میں۔ اہل علم اور دانشور حلقوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ تحریک آزادی کے قائدین کو حالات اور مذاکرات اور جلسے جلوسوں نے اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ آزادی کے بعد متوقع مسائل کی پیش بندی یا ان کے حل کے لئے اہداف کا تعین کرتے جبکہ عوام لے کے رہیں گے پاکستان اور پاکستان کا مطلب کیا کے نعروں میں بے حال تھے۔ ایک نہایت کشیدہ سیاسی ماحول میں تحریک پاکستان کے قائدین مستقبل میں پیش آنے والے متوقع حالات کا درست اندازہ لگانے اور اس کے مطابق ایک قابل عمل لائحہ عمل کی تیاری کی اشد ضرورت کی طرف مطلوبہ توجہ نہ دے سکے اور یہ کہنا کہ انہیں حالات، مصروفیات اور مذاکرات نے مہلت نہ دی ایک بہت بڑی تاریخی خود فریبی کے سوا اور کچھ نہیں۔

مسلمانان ہند نے ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی صورت میں اس بات کا واضح تعین کر لیا تھا کہ ہندوستان کی تقسیم اور جغرافیائی حد بندی کس بنیاد پر ہوگی اور مجوزہ پاکستان میں کن کن علاقوں کی شمولیت کا امکان ہے۔ ۱۹۴۰ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک تحریک پاکستان میں شامل صف اول کے قائدین اور ان کے کارکنوں کو سات سال جغرافیائی تصور کو ایک قومی حقیقت کا روپ دینے کی سر توڑ جدوجہد میں لگ گئے۔ ضرورت تو اس بات کی بھی تھی کہ اس سات سال کے عرصے کے دوران ہندوؤں اور انگریزوں کے ساتھ بات چیت اور مذاکرات کے ساتھ ساتھ ان علاقوں کے جنہوں نے قرارداد پاکستان کے مطابق پاکستان میں شامل ہونا تھا انسانی اور قدرتی وسائل کا بھرپور تحقیقی جائزہ لینے کے لئے ماہرین کی ٹیمیں نامزد کی جاتیں جو اس بات کا جائزہ لیتیں کہ تقسیم ہند کے بعد نوآزاد پاکستان کو پیش آنے والے ممکنہ مسائل کے حل کے لئے وسائل دستیاب ہوں گے یا نہیں اگر ہوں گے تو انہیں کس طرح استعمال کیا جائے گا اور اگر نہیں ہوں گے تو ان کی دستیابی کی کیا صورت ہوگی، لیکن قیام پاکستان سے قبل قیام پاکستان کے بعد پیش آنے والے متوقع مسائل کو سمجھنے اور ان کے حل کے ممکنہ امکانات کا بھرپور جائزہ لینے کے لئے کوئی سنجیدہ شعوری اور عملی کوشش نہیں کی گئی کیونکہ ایسی کسی کوشش کے آغاز کے کوئی آثار کم از کم تحریک پاکستان کی مستند تاریخ میں دکھائی نہیں دیتے۔ کہا جاتا ہے کہ تحریک پاکستان کا واحد مقصد قیام پاکستان تھا پاکستان تو بن گیا مگر پاکستان بننے کے بعد کیا ہونا تھا؟ کیا کرنا تھا؟ کس طرح کرنا تھا؟ کس نے کرنا تھا؟ کیوں کرنا تھا اور کس کے لئے کرنا تھا؟ اس کا علم کسی کو نہ تھا کوئی تحقیقی دستاویز نہیں تھی! کوئی ورکنگ پیپر نہیں تھا! کوئی قومی لائحہ عمل نہیں تھا! کسی شعبے کے لئے کوئی ہدف نہیں تھا انسانی اور قدرتی وسائل کے بارے میں مستند معلومات کی عدم دستیابی کی وجہ سے انتظامی، داخلی اور خارجی امور کے شعبوں میں نہ صرف قومی مسائل کا سامنا کرنا پڑا بلکہ ایسے ناپسندیدہ اقدامات بحالت مجبوری کرنے پڑے جنہوں نے پاکستان کو سفارتی اور اقتصادی محتاجی کی راہ پر ڈال دیا کئی سال تک پاکستان کا آئین نہ بن سکا بلکہ موجودہ آئین میں روزمرہ کے معاملات نمٹانے کے لئے انگریزوں کے بنائے ہوئے قوانین سے اب تک رہنمائی لی جاتی ہے

یہ تکلیف دہ صورت حال قیام پاکستان کے فوراً بعد پیش آنے والے حالات کا ہی نہیں بلکہ موجودہ دور کا بھی نہایت تکلیف دہ اور افسوسناک خاصہ ہے سیاسی قائدین کا صرف ایک ہی پسندیدہ پیشہ ورانہ مشغلہ ہے اور وہ ہے اجلاسوں اور جلسے جلوسوں میں مصروف رہنا، حکومت میں ہوں تو کابینہ کے اجلاس اور حکومت سے باہر ہوں تو ایک دوسرے کی خون کی پیاسی جماعتوں کے قائدین کے حکومت کو غیر آئینی طریقے سے ہٹانے کے لئے اجلاس، جو وقت اجلاسوں سے بچتا ہے وہ جلسے جلوسوں کی نذر ہو جاتا ہے قائدین نعرے لگوا کر اور عوام نعرے لگا کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ کیا کرنا ہے؟ کس نے کرنا ہے؟ کیوں کرنا ہے؟ کس کے لئے کرنا ہے؟ اور کب کرنا ہے؟ نتیجتاً ایک بحران سے نکلتے نہیں کہ دوسرا بحران شروع ہو جاتا ہے دوسرے بحران کے شکنجے ہی میں ہوتے ہیں کہ تیسرے بحران کی آندھیاں چلنی شروع ہو جاتی ہیں اور بحران کے اسباب اور بحران کی ذمہ داری کے تعین اور ذمہ دار افراد اور اداروں کی حمایت اور مخالفت میں جماعتی اور شخصی بنیادوں پر وہ لے دے شروع ہوتی ہے کہ انتشار فکر و عمل اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی لاحاصل کوشش کے سوا کچھ سامنے نہیں آتا ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پاکستانی قوم کا، پاکستانی قائدین کا اور پاکستانی سیاسی جماعتوں کا کوئی واضح نصب العین نہیں جو ان کی داخلی وسائل، قومی مسائل اور ان کے حل کے ممکنہ امکانات سے عدم آگہی ہی نہیں بلکہ منتق ہوتی دنیا کی ابھرتی ہوئی صورت حال کے پاکستان پر ممکنہ اثرات سے مکمل عدم واقفیت کا بھی منہ بولتا ثبوت ہے

کیا کیا جانا چاہئے؟ وہ جو ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۷ء کے درمیان ہوا چاہئے تھا!!! لیکن کہا جا سکتا ہے کہ ۱۹۴۰ء میں تحقیقی سطح پر جو کچھ بھی کیا جاتا وہ محض ایک خواب یا خاکہ ہوتا کیونکہ بقول جناب شریف المجاہد ۱۹۴۷ء کے وسط تک کسی کو معلوم نہیں تھا کہ قرارداد پاکستان میں پاکستان کا جو تصوراتی نقشہ ترتیب دیا گیا تھا وہ ظہور میں بھی آتا ہے یا نہیں۔ مگر ۱۹۴۷ء سے لے کر اب تک پانچ عشرے گزرنے اور نصف سے زائد آبادی والا حصہ کھو دینے کے بعد جو بچا ہے اسے بچانے اور چلانے کے لئے کوئی تو "آبرومندانہ بنیاد" ہونی چاہئے یا یہ بھی دیہاڑی والے مزدور کی طرح چلایا جائے گا کہ کچھ مل گیا تو کر لیا ورنہ اجلاسوں اور جلسے جلوسوں اور نعرے بازیوں میں مصروف رہے اس پس منظر میں پاکستان کا سب سے بڑا قومی المیہ یہ ہے کہ اول تو قومی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر حقیقت پسندانہ اہداف کا تعین ہی نہیں کیا جاتا اور محض سیاسی مصلحتوں اور ذاتی پسند نا پسند کے تحت یا امداد دینے والے ممالک اور اداروں کو خوش کرنے کے لئے جن اہداف کو قوم پر مسلط کیا جاتا ہے ان کی تکمیل کی ذمہ داری بھی نا اہل لوگوں کے سپرد کر دی جاتی ہے لہذا پاکستان کی بقاء کا اولین تقاضہ ہے کہ جلسے جلوسوں اور نعرے بازی کی غلامانہ سیاست کو ترک کر کے قومی ضرورتوں کے عین مطابق حقیقت پسندانہ اہداف کا تعین کر کے ملک کے داخلی اور خارجی معاملات کو آبرومندانہ راستے پر ڈالا جائے اور ان پر عملدرآمد کی ذمہ داری اپنے اپنے شعبوں میں عالمی شہرت یافتہ ایسے مقامی ماہرین کو تفویض کی جائے جو مطلوبہ اہلیت کے حامل ہوں اس کام کے لئے جس سیاسی قوت کی ضرورت ہے وہ مستحکم حکومت اور عوامی سطح پر بھرپور پذیرائی کی شکل میں نواز شریف کو حاصل ہے مگر انہوں نے اقتصادی، سفارتی اور دفاعی شعبوں میں غلط مشوروں اور ان غلط مشوروں پر بلا سوچے سمجھے عملدرآمد کے نتیجے میں اپنی سیاسی قوت کو قابل رحم حد تک کمزوری میں بدل لیا ہے اگر اس کمزوری کے اسباب کا ناقدانہ جائزہ لے کر اس کے فوری سدباب کا سامان نہ کیا گیا تو یہ خود ان کے اور اس ملک دونوں کے لئے نہایت افسوسناک ہوگا کیونکہ نواز شریف خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس میں ملک کے لئے اور ملک کے لوگوں کے لئے کچھ کر گزرنے کا جذبہ ضرور موجود ہے مگر جذبوں کی صداقت کو عملی اقدامات اور ان اقدامات کے نتائج کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے جذبہ کتنا ہی سچا کیوں نہ ہو اگر اس جذبے کے تحت کئے جانے والے اقدامات کی سمت درست نہ ہو یا ان پر عمل درآمد کی ذمہ داری نا اہل لوگوں کے سپرد کر دی جائے تو مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ نیک نیتی سے کیا دھرا ہوتا ہے اس پر بھی پانی پھر جاتا ہے لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ!

- ☆ پاکستان کو دستیاب انسانی اور قدرتی وسائل کا سائنسی خطوط پر جائزہ لیا جائے۔
- ☆ مختلف شعبوں میں دستیاب انسانی اور قدرتی وسائل اور ان شعبوں کی کارکردگی کے نتائج کو مرتب کیا جائے۔
- ☆ وسائل اور کارکردگی میں مثبت اور منفی خلاء (GAP) کا تعین کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ جن شعبوں میں وسائل کے درست استعمال سے کارکردگی بہتر ہے اس کا فائدہ ملک کو پہنچ رہا ہے یا نہیں اور جن شعبوں میں کارکردگی بہتر نہیں ان کی کارکردگی کو کس طرح بہتر بنایا جا سکتا ہے۔
- ☆ یہ وہ کام ہے جس کے لئے بارہ یا تیرہ سال کا عرصہ درکار نہیں بلکہ ماہرین کی مستند رائے کے مطابق اگر پاکستان کی کارکردگی کا دنیا کے تمام ممالک کی انفرادی کارکردگی کے ساتھ سائنسی خطوط پر ماہرانہ معیاری تقابلی جائزہ بھی لیا جائے تو اس کے لئے حیران کن حد تک نہایت ہی قلیل سرمایہ (زیادہ سے زیادہ ۳۰ لاکھ روپے) اور مجموعی مدت زیادہ سے زیادہ ۱۵ ماہ درکار ہوگی۔ پروگرام ۲۰۱۴ء اپنی تکمیل کی مدت تک جن اہداف کا تعین کرنے یا انہیں حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اگر اقتصادی بدنظمی اور انتشار پر قابو نہ پایا گیا اور بیرونی انحصار سے نجات نہ حاصل کی گئی تو پاکستان اس وقت تک ان سے کسی بھی قسم کے استفادے کے قابل نہیں رہے گا۔

حال ہی میں نواز شریف نے کابینہ کے اجلاس میں اس ارادے کا اظہار کیا ہے کہ وہ ایسی ٹیم چاہتے ہیں جو حکومت کے طے کردہ اہداف حاصل کر سکے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہیں اور اس سمت میں سنجیدگی سے قدم اٹھانا چاہتے ہیں، ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ان اہداف کا تعین حقیقت پسندانہ ہو، ان کا ماہرانہ اور محققانہ جائزہ لے کر انہیں حقیقی قومی ضرورتوں سے ہم آہنگ کیا جائے اور ان کے حصول کے لئے عالمی سطح پر اعزاز یافتہ، شہرت یافتہ اور تربیت یافتہ مقامی ماہرین کی خدمات حاصل کی جائیں۔